از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 10 فروری 1965ء

دوار کاناتھ

بنام

شری لال چند اور دیگر

[پی بی گجیندر گڈکر، چیف جسٹس، ایم ہدایت اللہ، جے سی شاہ اور ایس ایم سیکری، جسٹسز]

یوپی کورٹ آف وارڈز ایکٹ، 1912 (ایکٹ 4، سال 1912)، ذیلی دفعہ 37، 53- دائرہ کار- گود لینے کے لئے وارڈز کی عدالت کی رضامندی- کیا گود لینے کو سول کورٹ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

ایک بیوہ جس کی جائداد کورٹ آف وارڈز کے ماتحت تھی، نے گود لیا اور یوپی کورٹ آف وارڈز ایکٹ، 1912 کی دفعہ 37 کے تحت گود لینے کی اجازت کے لیے درخواست دی۔ کلکٹر نے اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ 1901 میں فوت ہونے والے شوہر کی طرف سے گود لینے کا اختیار دینا ثابت نہیں ہوا تھا۔ پہلے مدعا علیہ کے والد، جو سب سے قریب وارث عودی ہیں، نے ایکٹ کی دفعہ 37 کے برخلاف گود لینے کو چیلنج کرتے ہوئے مقدمہ دائر کیا اور مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ اس کے بعد بیوہ نے اپیل کنندہ کو گود لینے کی اجازت کے لیے کورٹ آف وارڈز میں درخواست دی۔ شوہر کی طرف سے گود لینے کا اختیار دینے کے بارے میں تازہ پوچھ گچھ کی گئی، اور اجازت دی گئی اور اپیل کنندہ کو 1929 میں گود لیا گیا۔ اپیل کنندہ کو گود لینے کے فوراً بعد وارڈز کی عدالت نے جائیداد کو رہا کر دیا اور اپیل کنندہ کی طرف سے دوبارہ اس کا چارج سنبھال لیا جو نابالغ تھا۔ 1943 میں بیوہ کی موت پر، پہلے مدعا علیہ کے والد نے ایک مقدمہ دائر کیا، جس میں اپیل کنندہ کے گود لینے کے جواز کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا تھا کہ بیوہ کو گود لینے کا اپنے شوہر سے کوئی

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document

اختیار نہیں تھا۔ ٹرائل کورٹ نے مقدمہ کا فیصلہ سنایا اور ہائی کورٹ نے اپیل پر حکم نامے کی توثیق کی۔ اس عدالت میں دائر اپیل میں موقف اختیار کیا گیا تھا کہ کورٹ آف وارڈز کی جانب سے اجازت دینے کے فیصلے اور فیصلے کی وجوہات پر دیوانی مقدمے میں سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔

حکم ہوا کہ: سول کورٹ آف وارڈز کی رضامندی کے بعد بھی شوہر کی جانب سے دیے گئے اختیارات کے سوال پر نظر ثانی کرنے کی مجاز تھی۔

یوپی کورٹ آف وارڈز ایکٹ کی دفعہ 37 بچوں کو گود لینے کی اہلیت کو متاثر کرتی ہے، اور چونکہ کورٹ آف وارڈز کی رضامندی ایک پیشگی شرط ہے، لہذا اس طرح کی رضامندی کے بغیر کیا گیا کوئی بھی گود لینا غیر مؤثر ہونا چاہئے۔ تاہم، یہ دفعہ کورٹ آف وارڈز کی منظوری سے غیر قانونی یا ذاتی قانون کی خلاف ورزیوں کا علاج نہیں کرتی ہے۔ نہ ہی یہ پابندی ذاتی قانون کے تحت پیدا ہونے والی نااہلی کی تلافی کرتی ہے۔ ان معاملات کا تعین مجاز دائرہ اختیار کی سول کورٹ میں ذاتی قانون کے مطابق کرنا ہوگا۔[30E-G]

دفعہ 53 بھی اس طرح کے مقدمے پر پابندی نہیں ہے۔ اس دفعہ میں صرف یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ اگر وارڈز کی عدالت نے مجوزہ گود لینے کے لئے اپنی رضامندی دی یا انکار کر دیا تو اس رضامندی کو منسوخ کرنے یا اسے مجبور کرنے کے لئے مقدمہ نہیں ہوگا۔ یہ کہنے کی حد تک نہیں جاتا کہ کورٹ آف وارڈز کے حکم کے بعد گود لینے پر ہی کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔[30H]

اختیار کے سوال کا فیصلہ کرتے ہوئے، وارڈ کی عدالت کی طرف سے دوسری تفتیشوں میں گواہوں کے ذریعہ اختیار کرنے کی رضامندی دینے کے لئے دیئے گئے بیانات کو سول کورٹ کے ذریعہ غور نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ انڈین ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 32 (7) یا دفعہ 157 کے تحت متعلقہ یا قابل قبول نہیں تھے۔[32 D-F; 33 A-C]

چونکہ پہلے مدعاعلیہ کے والد نے اپیل کنندہ کو گود لینے کو کبھی قبول نہیں کیا اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ درخواست گزار کو گود لینے کے 15 سال سے زیادہ عرصے بعد دائر مقدمہ خارج کیا جانا چاہئے۔[33E-G]

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبری 195، سال 1963۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document

الہ آباد ہائی کورٹ کے 24 مارچ 1959 کے فیصلے اور فرمان کے خلاف اپیل پہلی اپیل نمبر 47/76 میں کی گئی۔

اپیل کنندہ کی طرف سے سی بی اگروال اور جے پی گوئل۔

جواب دہندہ نمبر 1 کی طرف سے ایس ٹی دیسائی، ایم وی گوسوامی اور بی سی مشرا۔

جواب دہندگان نمبر 2، 7 اور 8 کے لئے ایم وی گوسوامی اور بی سی مشرا۔

مدعاعلیہ نمبر 9 کی طرف سے آر ایس گپتا، ایس ایس کھنڈوجا اور گنپت رائے۔

عدالت کا فیصلہ جسٹس ہدایت اللہ نے سنایا۔

ہدایت اللہ، جسٹس۔ یہ اپیل مدعاعلیہان نمبر 1 اور 2 کی جانب سے پھول پور ملکیت میں اپنے حقوق کے اعلان، ملکیت سے وابستہ جائیدادوں کے قبضے اور منافع کمانے کے لیے دائر مقدمے سے اخذ کی گئی ہے۔ پھول پور ملکیت ضلع الہ آباد میں واقع ہے۔ رائے بہادر رائے پرتاپ چند جن کا انتقال 23 جنوری 1901ء کو ہوا، اس ملکیت کے زمیندار تھے۔ ان کی موت کے بعد، ان کی بیوہ رانی گومتی بیب ملکیت میں کامیاب ہوئیں۔ رانی گومتی بی بی اپنے بھائی گیا پرساد اور کچھ مندروں سے تعلق رکھنے والے پجاریوں سے کافی متاثر تھیں۔ اپنے شوہر کی موت کے بعد کے سالوں میں، رانی گومتی بی بی نے بے شمار املاک پر مشتمل بہت سے عطیات دیئے اور جولائی 1920 میں، کورٹ آف وارڈز نے جائیداد کا چارج سنبھال لیا جس کا رانی غلط انتظام کر رہی تھیں۔ 21 فروری، 1923 کو رانی نے بندیشوری پرساد کو گود لیا اور پھر یوپی کورٹ آف وارڈز ایکٹ کی دفعہ 37 کے تحت گود لینے کی اجازت کے لیے کورٹ آف وارڈز میں درخواست دی۔ کلکٹر (مسٹر ناکس) نے تحقیقات کی اور 3 اپریل 1923 کو ایک رپورٹ ایکس 79 بنائی جس میں کہا گیا کہ ان کے سامنے پیش کیے گئے ثبوت اتنے متضاد اور ناقابل اعتماد تھے کہ وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ رائے پرتاپ چند کا ان کی بیوہ کو گود لینے کا اختیار ثابت نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے سفارش کی کہ رانی گومتی بی بی کو گود لینے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا جائے اور بورڈ آف ریونیو نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ تاہم رانی گومتی بی بی نے 6 نومبر 1924 کو بندیشوری پرساد کے حق میں گود لینے کا معاہدہ کیا۔ پرمیشور دیال (جو اس مقدمے میں پہلے مدعی تھے) نے 1925 میں رانی گومتی بی بی، بندیشوری پرساد اور کورٹ آف وارڈز کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا تھا۔ 21 اگست، 1926 کو مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا، اور یہ کہا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document

گیا کہ گود لینے کا فیصلہ اس کے برعکس تھا۔ یو پی کورٹ آف وارڈز ایکٹ 1912 کی دفعہ 37 غیر قانونی تھی کیونکہ گود لینے کی اجازت کورٹ آف وارڈز سے حاصل نہیں کی گئی تھی۔

اس کے بعد رانی گومتی بی بی نے بندیشوری پرساد کے بھائی کے بیٹے دوار کا ناتھ کو گود لینے کی اجازت کے لئے کورٹ آف وارڈز میں درخواست دی جو موجودہ اپیل گزار ہیں۔ شوہر کے اختیار کے بارے میں اس وقت کے کلکٹر مسٹر تھامپسن نے تازہ پوچھ گچھ کی تھی۔ انہوں نے 1925 میں گیا پرساد کی طرف سے دائر کی گئی ایک فہرست سے گواہوں کی جانچ کی۔ ثبوتوں پر غور کرنے کے بعد کلکٹر نے یو پی کورٹ آف وارڈز ایکٹ کی دفعہ 37 کے تحت اجازت دینے کی سفارش کی اور اس کے مطابق بورڈ آف ریونیو نے اجازت دی۔ 28 نومبر 1929 کو رانی نے پھول پور میں دوار کا ناتھ کو گود لیا۔ اس گود لینے کے فوراً بعد کورٹ آف وارڈز نے ملکیت کو جاری کر دیا اور دوار کا ناتھ کی طرف سے دوبارہ اس کا چارج سنبھال لیا جو ایک نابالغ تھا۔

5 جنوری 1943 کو رانی گومتی بی بی کا انتقال ہو گیا اور موجودہ مقدمہ پرمیشور دیال اور امرناتھ اگروال نامی شخص نے دائر کیا، جن کو پرمیشور دیال نے ملکیت میں 6/16 واں حصہ تفویض کیا تھا۔ یہ مقدمہ الہ آباد کے سول جج نے فیصلہ سنایا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ پرمیشور دیال رائے پرتاپ چند کے قریب ترین وارث تھے اور ان کے جانشین بننے کے حقدار تھے، اور مزید یہ کہ گود لینا غیر قانونی تھا کیونکہ رائے پرتاپ چند کی طرف سے رانی گومتی بی بی کو گود لینے کا اختیار دینے کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ ڈکلیئریشن اور قبضے کا مقدمہ دوار کا ناتھ اور کلکٹر اور کورٹ آف وارڈز کے خلاف 88,000 روپے کے منافع کے ساتھ طے کیا گیا تھا، جنہیں بھی اس مقدمے میں فریق بنایا گیا تھا۔ اس فیصلے کے خلاف تین اپیلیں دائر کی گئیں اور 24 مارچ 1959 کو ایک مشترکہ فیصلے کے ذریعے ہائی کورٹ نے اس حکم نامے کی توثیق کی۔ ہائی کورٹ نے اس کیس کو اپنی عدالت میں اپیل اور موجودہ اپیل کے نتائج کے لئے موزوں قرار دیا۔

سماعت کے دوران جناب سی بی اگروال نے اپیل کنندہ کی طرف سے کہا کہ وہ اس بات کو چیلنج نہیں کرتے ہیں کہ پرمیشور دیال رائے پرتاپ چند کے قریب ترین مخالف تھے۔ ہمیں اب عطیات سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔ مسٹر اگروال نے دلیل دی کہ رائے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and integrity of this document

پرتاپ چند کے ذریعہ گود لینے کے اختیار کے بارے میں نتائج غلط تھے اور اس پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس نتیجے پر دوبارہ غور کرنے کے لئے، مسٹر اگروال نے حقائق اور قانون دونوں پر بھروسہ کیا۔ جہاں تک ان کے دعوے کا تعلق ہے کہ ثبوتوں پر دوبارہ غور کیا جائے، تو فوری طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بڑے پیمانے پر ثبوتوں کی جانچ کرنا اس عدالت کا عمل نہیں ہے، خاص طور پر جب ہائی کورٹ اور نیچے دی گئی عدالت نے اس سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اس معاملے میں، اتھارٹی کے بارے میں ثبوت، جیسا کہ یہ تھا، ٹرائل جج اور ہائی کورٹ دونوں کی طرف سے غور کیا گیا تھا اور وہ خود کو قبول کرنے کے لئے راضی نہیں کر سکے تھے. اس عدالت کے طے شدہ طریقہ کار کے بعد ہم نے تیسری بار ثبوتوں کو دیکھنے سے انکار کر دیا، لیکن ہم نے مسٹر اگروال کو قانون کے دلائل دینے کی اجازت دی اور اب ہم ان دلائل سے نمٹیں گے۔

مسٹر اگروال نے یوپی کورٹ آف وارڈز ایکٹ 1912 کی دفعہ 37 اور 53 پر بھروسہ کیا ہے اور دلیل دی ہے کہ کورٹ آف وارڈز نے ان الزامات کی سچائی کی جانچ کی تھی کہ رائے پرتاپ چند نے رانی گومتی بی بی کو اپنی موت کے بعد گود لینے کا واضح اختیار دیا تھا اور اتھارٹی کے حق میں پایا تھا۔ اجازت دینے کے لئے وارڈز کی عدالت کے اختتام اور فیصلے کی وجوہات پر دیوانی مقدمہ کے ذریعہ سوال نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔ ہمارے فیصلے میں اس دلیل کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ یوپی کورٹ آف وارڈز ایکٹ کی دفعہ 37، جہاں تک یہ مواد ہے، درج ذیل ہے:

"37. وارڈز کی معذوری

ایک وارڈ قابل نہیں ہوگا-

(a)..

(b) کورٹ آف وارڈز کی تحریری رضامندی کے بغیر اپنانا؛

(c) ....

بشرطیکہ سب سے پہلے یہ کہ وارڈز کی عدالت شق (b) کے تحت اس کی رضامندی کو روک نہیں...... اگر گود لینا وارڈ پر لاگو ذاتی یا خصوصی قانون کے خلاف نہیں ہے تو"

یہ دفعہ واضح طور پر وارڈوں کے ذریعہ گود لینے کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے جسے گود لینے سے پہلے دور کرنا ضروری ہے۔ یہ دفعہ گود لینے کے لئے وارڈوں کی اہلیت کو متاثر کرتی

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document

ہے اور چونکہ رضامندی ایک پیشگی شرط ہے، لہذا اس طرح کی رضامندی کے بغیر کیا گیا کوئی بھی متبنیٰ غیر مؤثر ہونا چاہئے۔ تاہم، یہ دفعہ ذاتی قانون کی خلاف ورزیوں یا غیر قانونی کاموں کو درست کرنے کے لئے کورٹ آف وارڈز کی منظوری نہیں دیتی ہے۔ نہ ہی یہ پابندی ذاتی قانون کے تحت پیدا ہونے والی نااہلی کی تلافی کرتی ہے۔ یہ واضح ہے کہ اگر گود لینے والے شخص کے ذاتی قانون کی وجہ سے گود لینا کالعدم ہے تو، وارڈ کی عدالت کی رضامندی اس کا علاج نہیں کر سکتی ہے۔ اور نہ ہی جہاں ضروری ہو وہاں رضامندی ضروری رسومات یا مذہبی رسومات کی جگہ لے گی۔ ان معاملات کا تعین مجاز دائرہ اختیار کی سول کورٹ میں ذاتی قانون کے مطابق کرنا ہو گا۔

مسٹر اگروال کا استدلال ہے کہ دفعہ 53 کسی بھی ایسے مقدمے پر پابندی عائد کرتی ہے جس میں گود لینے کے لئے وارڈ کورٹ کی رضامندی کے بعد گود لینے پر سوال اٹھایا جاتا ہے۔ اس دفعہ کو اس طرح استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں لکھا ہے:

> "53(i) اس ایکٹ کے ذریعہ ریاستی حکومت یا وارڈز کی عدالت کو دی گئی کسی بھی صوابدید کے استعمال پر کسی بھی سول کورٹ میں سوال نہیں اٹھایا جائے گا۔
>
> (2).."•

یہ دفعہ صرف کورٹ آف وارڈز ایکٹ کے تحت کام کرنے والے افسران کی صوابدید کے استعمال کو سوال سے بالاتر رکھتی ہے۔ اس طرح اگر وارڈز کی عدالت نے مجوزہ گود لینے کے لئے اپنی رضامندی دی یا انکار کر دیا تو مقدمہ یا تو رضامندی کو منسوخ کرنے یا اسے مجبور کرنے کے لئے نہیں ہو گا۔ تاہم یہ دفعہ اس حد تک نہیں جاتی کہ کورٹ آف وارڈز کی رضامندی کے بعد گود لینے پر ہی کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔

اس بارے میں دفعہ میں کوئی الفاظ نہیں ہیں اور نہ ہی اس طرح کے نتائج کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ اگر عدالت برائے وارڈز مجوزہ گود لینے پر اپنی رضامندی دے دیتی ہے، تو ایکٹ کی دفعہ 37 کے ذریعہ بنائی گئی پابندی کو ہٹا دیا جائے گا، لیکن یہ گود لینے کو سول کورٹ میں کسی بھی بنیاد پر الزام سے مستثنیٰ نہیں بنائے گا جس پر عام طور پر وہاں گود لینے پر سوال اٹھائے جاتے ہیں۔ اگروال کا دعویٰ ہے کہ کورٹ آف وارڈز کی رضامندی کی وجوہات رضامندی کا ایک حصہ ہیں اور دفعہ 53(1) کے اندر ہیں۔ یہ قبول نہیں کیا جا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and integrity of this document

سکتا. اس میں کوئی شک نہیں کہ کورٹ آف وارڈز دفعہ 37 کے مقصد سے اپنے ہی نتیجے پر پہنچی تھی کہ رائے پرتاپ چند نے رانی گومتی بی بی کو بیٹا گود لینے کا اختیار دیا تھا، لیکن اگر گود لینے پر سول کورٹ میں سوال اٹھایا گیا تو سول کورٹ اس سوال کا فیصلہ کرنے کے اپنے دائرہ اختیار سے باہر نہیں ہوگی۔ سول کورٹ کو صرف یہ ماننے پر مجبور کیا جائے گا کہ کورٹ آف وارڈز ایکٹ کے تقاضے پورے کیے جائیں اور کورٹ آف وارڈز کی رضامندی حاصل کی جائے۔ ہمارے فیصلے میں یہ قانونی دلیل قبول نہیں کی جاسکتی کہ کورٹ آف وارڈز کی رضامندی کے بعد سول کورٹ شوہر کی جانب سے دیے گئے اختیار کے سوال پر نظر ثانی کرنے سے قاصر ہے۔

اتھارٹی کے سوال پر فیصلہ کرتے ہوئے ہائی کورٹ نے اپنے سامنے پیش کیے گئے زبانی شواہد کو مسترد کر دیا اور ٹرائل جج کے نتائج کی توثیق کی۔ ہائی کورٹ نے اس ثبوت کو داخلی طور پر اور حاضر حالات کی روشنی میں دیکھا اور اسے ناقابل قبول پایا۔ ٹرائل جج نے نشاندہی کی کہ جب رائے پرتاپ چند پر اپنی بیوہ کو اختیار دینے کا الزام لگایا گیا تھا تو وکیل کے طور پر وہاں موجود تھے، اور جیسا کہ یہ بھی مشورہ دیا گیا تھا کہ اس حقیقت کو ریکارڈ کیا جانا چاہیے، یہ ناقابل یقین ہے، اگر بیان سچ ہوتا، تو وہ تحریری اتھارٹی تیار نہیں کی جاتی۔ ہائی کورٹ نے ٹرائل جج کی رائے کو قبول کرنے سے خود کو مطمئن نہیں کیا لیکن ثبوتوں پر بحث کی اور اسے مسترد کر دیا۔ ہائی کورٹ نے نشاندہی کی کہ رائے پرتاپ چند کی موت کے وقت ان کی عمر صرف 30 سال تھی اور ان کی بیوی کی عمر 25 سال تھی اور وہ کسی مسئلے کی امید کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ تحریر کو روک دیا گیا تھا کیونکہ یہ نہیں سوچا گیا تھا کہ رائے پرتاپ چند مر رہے ہیں۔ ہائی کورٹ نے اس بات کی بھی نشاندہی کی کہ رانی گومتی بی بی نے 24 نومبر 1901 سے 19 اگست 1904 کے درمیان مختلف دستاویزات بنا کر پھانسی دی۔ ان دستاویزات میں سے کسی میں بھی انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کے شوہر نے انہیں بنانے کے لیے کہا تھا۔ ہائی کورٹ نے واضح طور پر نشاندہی کی کہ زبانی ثبوت وں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بیوی کو وقف کرنے کا اختیار اور زبانی وصیت رائے پرتاپ چند نے ایک ہی وقت میں کی تھی اور ان حقائق کو ان دستاویزات میں وقف کی وجہ کے طور پر پیش کیا گیا ہوگا۔ اگر وال کا کہنا ہے کہ اگر عطیات کی وجوہات کا اظہار بھی متوقع ہے تو یہ کہنا منطقی نہیں ہوگا کہ ان عطیات میں

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and integrity of this document

اس غیر متعلقہ حقیقت کو دہرایا جانا چاہیے تھا کہ رانی گومتی بی بی کو گود لینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ یہ شاید درست ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ رائے پرتاپ چند کی دونوں سمتیں ساتھ ساتھ چلیں۔ اور یہاں تک کہ اگر دستاویزات میں اختیار کی حقیقت کا ذکر نہیں کیا گیا تھا، تو کم از کم زبانی وصیت کی توقع کی جائے گی کہ عطیات کا ذکر کیا جائے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رانی گومتی بی بی کو زبانی ہدایات کے بارے میں پوری کہانی غلط تھی۔

اس کے بعد مسٹر اگروال گیا پرساد اور گواہوں کے ذریعہ مسٹر تھامپسن کے سامنے دیئے گئے بیانات کا استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہائی کورٹ میں یہ دعویٰ انڈین ایویڈنس ایکٹ کی ذیلی دفعہ 11، 32 اور 157 پر مبنی تھا۔ ہائی کورٹ نے ان بیانات کو مسترد کر دیا اور ان کو کوئی اہمیت دینے سے انکار کر دیا۔ ہمارے سامنے دفعہ 11 پر بھروسہ نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن اس ثبوت کو پڑھنے کی کوشش میں دیگر دو حصوں کا حوالہ دیا گیا تھا۔ انڈین ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 157 میں کہا گیا ہے:

"(157) گواہ کے نمایاں ہ بیانات بعد میں اسی حقیقت کی تصدیق کے لئے ثابت کیے جا سکتے ہیں: کسی گواہ کی گواہی کی تصدیق کے لئے، ایسے گواہ کی طرف سے اس حقیقت سے متعلق یا اس وقت کے بارے میں کوئی نمایاں ہ بیان دیا گیا ہے جس میں حقیقت واقع ہوئی تھی، یا کسی قانونی طور پر اس حقیقت کی تحقیقات کرنے کے قابل اتھارٹی کے سامنے، ثابت ہو سکتا ہے."

دو حالات، جو متبادل ہیں، اس دفعہ کے تحت پہلے کے بیانات کے ثبوت کی مثال ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ بیانات اس وقت یا اس وقت کے بارے میں دیے گئے ہوں گے جب کوئی حقیقت پیش آئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ شوہر نے یہ اختیار 1901 میں دیا تھا۔ یہ بیان واقعہ کے 27 سال بعد 18 دسمبر 1928 کو دیا گیا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس وقت یا اس وقت بنائے گئے تھے جب حقیقت پیش آئی تھی۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ ہائی کورٹ نے درست طور پر نشاندہی کی ہے، کورٹ آف وارڈز اپنی رضامندی کے مطابق تحقیقات کر رہی تھی۔ یہ 'قانونی طور پر مجاز اتھارٹی' کے طور پر اختیار دینے کی حقیقت کی تحقیقات نہیں کر رہا تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی نشاندہی کر چکے ہیں کہ سول کورٹ ہی اس طرح کے سوال کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ وہ عدالت آف وارڈز کے کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document

بھی ایسا کر سکتی ہے، اور اس نتیجے کے برعکس۔ لہٰذا دفعہ 157 ان بیانات کو قابل قبول نہیں بنا سکتی۔

مسٹر اگروال اگلے بیانات کو متعارف کرانے کے لئے انڈین ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 32 (7) پر انحصار کرتے ہیں۔ اس ذیلی حصے میں لکھا ہے:

"(32) کسی ایسے شخص کے تحریری یا زبانی بیانات جو مر چکے ہیں، یا جو نہیں مل سکتے، یا جو گواہی دینے سے قاصر ہو چکے ہیں، یا جن کی حاضری بغیر کسی تاخیر یا اخراجات کے حاصل نہیں کی جا سکتی ہے، جو کیس کے حالات میں عدالت کو غیر معقول معلوم ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل معاملات میں متعلقہ حقائق ہیں:

* * *

*

(7) جب بیان کسی دستاویز، وصیت یا دیگر دستاویز میں موجود ہو جو کسی ایسے لین دین سے متعلق ہو جیسا کہ دفعہ 13 شق (a) میں ذکر کیا گیا ہے۔

* * *

*

شق (7) میں اعمال، وصیت اور ایسی دیگر دستاویزات کے متعلقہ بیانات دیئے گئے ہیں جو لین دین سے متعلق ہیں جن کے ذریعہ کسی حق یا رواج کو تخلیق کیا گیا تھا، دعوی کیا گیا تھا، ترمیم کی گئی تھی، تسلیم کیا گیا تھا، زور دیا گیا تھا یا انکار کیا گیا تھا (دفعہ 13 کی شق (a) کے الفاظ کو شامل کرنے کے لئے)۔ یہ شق پیرول ثبوت پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے، دیکھیں فیلڈ آن دی لا آف ایویڈنس کا آٹھواں باب صفحہ 202۔ اس طرح کے پیرول ثبوت دفعہ 32 کی شق (5) کے تحت متعلقہ ہو سکتے ہیں، لیکن اس پر بھروسہ نہیں کیا جاتا ہے۔ ہم نے مسٹر اگروال سے سوال کیا کہ کیا وہ شق (5) پر بھروسہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن وہ اپنا کیس اس شق کے تحت نہیں ڈالنا چاہتے تھے اور اس لئے ہمیں اس شق کے اطلاق پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسٹر اگروال نے یہ راستہ اختیار کرنے میں صحیح کہا ہے، کیونکہ شق (5) کا تقاضا ہے کہ تنازعہ میں سوال اٹھانے سے پہلے اس طرح کا بیان دیا جانا چاہئے تھا۔ مذکورہ بالا بیانات یقینی طور پر اس وقت دیئے گئے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document

تھے جب مقدمے میں تنازعہ پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا، کیونکہ ایک انکوائری مسٹر ناکس پہلے ہی کر چکے تھے اور جن بیانات پر اب بھروسہ کیا گیا ہے وہ مسٹر تھامپسن کے سامنے دوسری انکوائری میں دیئے گئے تھے۔

مسٹر اگروال 14 مارچ، 1926 کو گیا پرساد کے بیان "نمایاں 72" کا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ واضح طور پر قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ جب یہ مقدمہ بنایا گیا تھا، تو گیا پرساد سے معاملات طے ہونے سے پہلے ایک فریق کے طور پر جانچ کی جا رہی تھی۔ اگروال صاحب کے ساتھ منصفانہ طور پر یہ ذکر کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ حقیقت کو دیکھنے کے بعد اس نکتے پر زور نہیں دیا۔

مسٹر اگروال نے آخر میں دلیل دی کہ دوارکا ناتھ کو 28 نومبر 1929 کو گود لیا گیا تھا اور موجودہ مقدمہ 15 سال سے زیادہ عرصے کے بعد 21 مئی 1945 کو دائر کیا گیا تھا۔ دوارکا ناتھ کو ہر کسی نے قانونی اور قانونی طور پر اپنایا تھا اور اس مقدمے کو خارج کر دیا جانا چاہئے تھا۔ واضح رہے کہ پرمیشور دیال نے دوارکا ناتھ کو گود لینے کو کبھی قبول نہیں کیا۔ انہوں نے اس سے پہلے ایک مقدمہ دائر کیا تھا اور بندیشوری پرساد کو گود لینے کے لئے رانی گومتی بی بی کی اہلیت پر سوال اٹھایا تھا۔ اس مقدمے میں انہوں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ رائے پرتاپ چند نے ان کی بیوی کو اپنی موت کے بعد بیٹے کو گود لینے کا اختیار دیا تھا۔ انہوں نے مسلسل دوسری گود لینے کے جواز سے انکار کیا اور ان حالات میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ رانی گومتی بی بی کی موت کے بعد دوارکا ناتھ کو گود لینے پر سوال اٹھانے سے کسی قانون کی حکمرانی سے اخذ نہیں ہوئے تھے۔

ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف تمام قانونی درخواستوں کی جانچ پڑتال کے بعد ہم مطمئن ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی اپیل کنندہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے۔ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے تو ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہم ان میں جانے کی تجویز نہیں رکھتے کیونکہ ہمیں ایسا نہیں لگتا کہ کسی دوسرے نتیجے پر پہنچنے کی کوئی قانونی وجہ ہے۔

ہم اس کے مطابق اپیل کو مسترد کرتے ہیں لیکن حکم دیتے ہیں کہ تمام خرچے بذمہ فریقین ہوگا۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.05.02 14.14
I attest to the accuracy and
integrity of this document